© rasailojaraid.com

طب جدید

ضبط تولید کی بعض نئی صورتیں اور شرعی حکم

مولانا مفتی غلام الرحمٰن

مہتمم جامعہ عثمانیہ نوتھیہ پشاور صدر

پیش کردہ: (چھٹا بنوں فقہی اجتماع بعنوان جدید میڈیکل سائنس اور متعلقہ فقہی مسائل)
بمورخہ ۱۸، ۱۹ نومبر ۲۰۰۶ء بمقام جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان ڈیرہ روڈ بنوں۔

خاندانی منصوبہ بندی یا بہبود آبادی کے جاذب عنوان سے تحدید ولادت کی جو تحریک چل رہی ہے، یہ ایک علاقائی یا ملکی مسئلہ نہیں بلکہ بین الاقوامی مسائل کی فہرست میں اس کو خاص جگہ دی گئی ہے۔ اس کی پشت پر دنیا کی وہ بڑی طاقتیں کھڑی ہیں جو مادر پدر آزاد معاشرہ کے قیام کی علمبردار ہیں اور اپنے مقررہ اہداف تک رسائی کیلئے ایک آسان راستہ سمجھی ہیں۔ گویا اس میں کسی مجبوری اور قابل رحم صنف یا کسی شخص کی خیر خواہی کم اور آزاد معاشرہ کے قیام کا عمل زیادہ کارفرما ہے۔ تاہم یہ الگ مسئلہ ہے کہ عیاری اور چالاکی سے کام لے کر کبھی اس کو خواتین کے حقوق کے چارٹر میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس کو نادار اور مفلس معاشرہ کی خیر خواہی اور ہمدردی کا لباس پہنایا جاتا ہے۔

ہمارے ملک میں یہ کام صرف وزارت فلاح و بہبود ترقی کے ذمہ نہیں بلکہ اس وزارت کی تخلیق کا مقصد بھی یہی مسئلہ ہے۔ لاتعداد غیر سرکاری تنظیمیں (این جی او) ''N,G,O'' اس مقصد کے آلہ کار ہیں۔ آئے دن اس کی تشہیر و ترغیب پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اور ملکی بجٹ میں اس کے لئے معقول حصہ وقف ہے۔ اقوام متحدہ اور عالمی تنظیمیں اس کی نگرانی پر مامور ہیں۔

نظریاتی اختلاف: ضبط تولید بذات خود کوئی ایسا جدید مسئلہ نہیں جس پر جدت پسندوں کے جدید افکار اور آراء کو سنجیدگی مل سکے۔ بلکہ قرآن وحدیث کے نصوص کے علاوہ فقہی ذخیرہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور ان ہی میں ہماری رہبری اور رہنمائی کا کافی مواد پایا جاتا ہے۔ شریعت نے دیگر مسائل کی طرح اس پر بھی توجہ دی ہے لیکن کچھ مدت سے اس کو بھی ان مسائل کی فہرست میں ڈالا گیا جن سے اسلامی معاشرہ کو ایک چیلنج کے طور پر سامنا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا جو آج کل برتھ کنٹرول کا علمبردار ہے، نے جن اہداف و مقاصد کو لے کر اس مسئلہ کو اچھالا ہے وہ اہداف بنیادی طور پر اسلام کے زریں اصول سے متصادم ہیں۔ مغربی دنیا اس کو معیشت کا مسئلہ سمجھتی ہے اور وسائل اور مسائل میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ وسائل کی پیداوار جب دائرہ اختیار میں نہ ہو تو مسائل کے حوالہ سے آبادی کو کنٹرول کرنا اس کا بہتر علاج سمجھا گیا ہے۔ جب لوگ کم پیدا ہوں گے تو مسائل نہیں بڑھیں گے یہ موجودہ وسائل کی بہتر ترتیب بن کر معاشرہ میں آسائش اور آرام رہے گا اس بہبود آبادی کے حوالہ سے جو اشتہار دیا جاتا ہے اس میں بھی یہی ترغیب ہوتی ہے کہ زندگی آسان بنانے کے لئے آبادی کو قابو میں رکھو (چھوٹا خاندان زندگی آسان) یا (بچے دو ہی اچھے) اسی نظریہ کا احیاء ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اسلامی معاشرہ میں اس نظریہ کوفروغ ملنا مشکل ہے کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے وسائل اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے وسائل کا کنٹرول اپنے پاس رکھ کر انسان کو اس کا مختار نہیں بنایا۔اسلام کہہ رہا ہے کہ اگر انسان کے اختیار میں وسائل کا کنٹرول دیا جائے تو اس سے افراتفری پیدا ہوکر نظام کی بقاء مشکل ہے۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔**قل لو انتم تملکون خذائن رحمته ربی اذالا مسکتم خشیة الانفاق و کان الانسان قتوراً(بنی اسرائیل ۹۹)** ترجمہ۔فرمادیجئے اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم انہیں خرچ ہونے کے ڈر سے بند کرر کھتے۔انسان بڑا تنگ دل ہے۔

اس طرح دوسری جگہ فرمایا ہے''**ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر مایشاء انه علیهم بصیر (الشوری ۲۷)** ترجمہ۔اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روزی حد سے کشادہ کردے تو وہ زمین پر سرکشی کرنے لگیں لیکن وہ ایک اندازہ سے اتارتا ہے جتنا چاہتا ہے۔بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب خبردار اور دیکھنے والا ہے۔

جب اسلام اس نظریہ سے بنیادی طور پر اتفاق نہیں رکھتا کہ وسائل انسانی دائرہ اختیار میں ہیں۔تو مغربی نظریہ کو ایسے معاشرہ میں فروغ ملنا مشکل ہے اور نہ کہیں ایسی محنت اس میدان میں ثمر آور ہوسکتی ہے، جہاں موجودہ خاندانی منصوبہ بندی کو اسلامی اصول کے مطابق ثابت کیا جاسکے۔ایسا ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مغربی دنیا کے فیملی پلاننگ کے نظریہ کی ترویج میں نوع انسان کی ہمدردی کا جذبہ کم دکھائی دیتا ہے۔یہ تو ایک ڈھال ہے ورنہ آزاد معاشرہ کا قیام ہی اس کا بنیادی ہدف ہے، جس کیلئے کبھی حقوق نسواں کبھی انسانی حقوق کے نام سے تنظیمیں بنائی جاتی ہیں۔علاوہ ازیں کئی دوسرے سیاسی مقاصد کی تکمیل کا جذبہ بھی اس میں کارفرما ہے۔اگرچہ حکومتیں اس کے لئے رات دن ایک کئے ہوئے کام کرتی ہیں لیکن جملہ تدبیریں ناکام ہوکر حکومت والے پریشان ہیں اور ۲۰۲۰ء تک دنیا میں مبینہ خطرناک درجہ تک اضافے کی پیشگوئی کی جاری ہے۔اس کے ساتھ ردعمل کے طور پر اسلامی معاشرہ میں یہ رویہ بھی غیر مستحسین ہے کہ بسا اوقات شرعی گنجائش کے باوجود بھی لوگ بیمار خواتین کے علاج سے تساہل برتتے ہیں۔بعض خواتین موت کے منہ میں جانے کے باوجود اس کو ناجائز سمجھتی ہیں اور نہ خاوند اس کے لئے تیار ہوتا ہے کہ مانع حمل دوائی استعمال کراکے وقفہ رکھا جائے۔اسلام اس مسئلہ کو معیشت کی بجائے صحت کے حوالہ سے دیکھتا ہے۔ماں اور بچے کی صحت کو مدنظر رکھتے ہوئے بسا اوقات یہ تدبیریں ضروری رہتی ہیں۔ایسا معاشرہ میں ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ بچوں کی پیدائش میں کچھ وقت کے لئے وقفہ رکھا جائے لیکن معیشت کے حوالہ سے اس کو دیکھنا اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے۔اسلام میں فلسفہ نکاح کے حوالہ سے بھی اس نظریہ کو قبول کرنا مشکل ہے کیونکہ اسلام میں نکاح سے بنیادی مقصد افزائش نسل اور بقاء نوع انسانی ہے جبکہ مغربی معاشرہ اس کو صرف خواہشات کی تکمیل تک محدود سمجھتا ہے۔چنانچہ وہ معاشرہ اولاد کی تربیت کے بوجھ سے بری الذمہ ہوکر ایسی چیزوں کو آزادی کے لئے مانع اور رکاوٹ سمجھتا ہے۔جبکہ اسلام اولاد کی بہتر تربیت کو والدین کے لئے عبادت سمجھتا ہے۔

ضبط تولید کی ممکنہ صورتیں: موجودہ دور میں خاندانی منصوبہ بندی والے تین طریقوں سے اس نظام کو تھامے ہوئے ہیں۔معیشت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے حوالہ سے قطع نظر ایک معاشرتی ضرورت یا صحت کے حوالہ ان طریقوں کے تجزیہ کے بارے میں جائز اور ناجائز صورتوں کی تعیین علماء کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اور پھر یہ معاشرہ کا فرض بنتا ہے کہ ناجائز صورتوں سے اجتناب کرے اور جائز صورتوں سے، جہاں ضرورت ہو فائدہ اٹھائے۔

تدارک حمل: برتھ کنٹرول کا یہ عام طریقہ ہے کہ جہاں میاں بیوی مباشرت کرتے وقت کچھ ایسے ذرائع اور وسائل استعمال کریں جس سے علوق نہ ہونے پائے۔ مانع حمل دوائیوں، ٹیوب کا استعمال یا عورت کا مخصوص وقت کے لئے علوق کے ذرائع کو بند کرنا اس طریقے کا علاج ہے۔ شریعت اسلامی کی رو سے ایسے معالجہ کے لئے قدیم دور میں جو ذریعہ استعمال کیا گیا، اسے عزل کہا جاتا ہے۔ گویا یہ عزل کی ایک جدید شکل ہے جہاں علوق بننے نہیں دیا جاتا ہے۔ ایسی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں جن سے رحم میں نطفہ پہنچنے نہیں دیا جاتا ہے۔ عزل کے بارے میں دو پہلو پائے جاتے ہیں کہ کہیں اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے اور کہیں اس کی اجازت دی گئی ہے۔

علامہ نووی ان دونوں روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم ان هذه الاحاديث مع غيرها يجمع بينهما بان ماوردفي النص محمول على كراهة تنزيهية وماورد في الاذن في ذلك محمول على انه ليس محرام وليس معناه نفي الكراهة (مسلم ۱/۴۶۴) ترجمہ: پھر ان روایات کے درمیان تطبیق کی صورت یہی ہے کہ جہاں کہیں ممانعت ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہے اور جہاں اجازت دی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ حرام نہیں جس کا یہ مقصد نہیں کہ یہ ناپسندیدہ بھی نہیں۔ اس لحاظ سے (عزل) بذات خود مباح ہے اور کسی مباح کام کیا ارتکاب کا حکم اس کے محرک کو دیکھتے ہوئے لگا دیا جاتا ہے اگر اس کا سبب جائز ہو تو جائز اور اگر سبب ناجائز ہو تو پھر وہ مباح غیر مستحسن وصف مجاور کی وجہ سے اپنی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔ فقہاء کے ہاں یہ مسلمہ حقیقت ہے (**الامور بمقاصدها**) یعنی کسی چیز کے جواز و عدم جواز یا حلت و حرمت مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ظاہر ہوتی ہے (مباح) کا ارتکاب کس لئے ہے اگر کسی جائز کام کی وجہ سے ہو تو یہ جائز رہے گا ورنہ جہاں کہیں علت باعثہ یا وصف محرک ناجائز ہو تو پھر امر مباح کرنا بھی جائز نہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معاشرتی ضرورت کی وجہ سے بسا اوقات مباح کا ارتکاب ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کا دائرہ بھی محدود ہے بشرط یہ کہ معاشرتی ضرورت شریعت کے کسی واضح حکم سے متصادم نہ ہو۔ اسلئے معاشی ضرورت کی وجہ سے ضبط اولاد جائز نہیں۔ ہاں جہاں کوئی جائز سبب موجود ہو وہاں مانع حمل دوائیوں کا استعمال جائز ہے۔ فقہاء کی عبارت میں چند اسباب کے جواز کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) عورت کی صحت:

کبھی کسی خاتون کا حمل اس کی صحت پر ناقابل تحمل حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ وقفہ نہ رکھنے کی صورت میں یا خاتون زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اور یا ایسی بیماری کا شکار ہوتی ہے جو آئندہ جا کر اس کے لئے ناقابل تحمل رہتی ہے۔ ایسی صورت میں خود اس خاتون کا ظن غالب ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا دینداراور ماہر ڈاکٹر اس کومشورہ دے تو ایسی صورت میں مانع حمل دوائیوں کا استعمال جائز ہے۔قرآن ایک عام قانون بیان کررہا ہے ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیماً۔اپنے آپ کوقتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر بڑا مہربان ہے۔

آج کل بعض خواتین شوگر اور بلڈ پریشر کا اس درجہ میں بیمار رہتی ہیں۔کہ حمل ہونے پر ان کی صحت پر مہلک اثرات پڑتے ہیں۔ایسی خاتون بھی اپنی صحت کو مدنظر رکھ کر مناسب فیصلہ کر سکتی ہے۔

(۲) بچوں کی صحت:

یہ بھی ایک مناسب سبب ہے کہ بچوں کی صحت کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں کی ولادت میں معقول وقفہ رکھا جائے۔بعض بچے والدہ کے دودھ کے علاوہ دوسری چیز پر گزارہ نہیں کر سکتے۔اگر جلدی حمل ہو تو گود میں بچے کو صحت پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ایسی صورت میں عزل کرنے کوئی حرج نہیں۔

(۳)عورت کی بدمزاجی:

یہ بھی (عزل) کے جواز کے لئے مناسب ہے کہ کسی خاتون کی بدمزاجی کی وجہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا مشکل ہو۔خاوند کا ارادہ ہو کہ کچھ وقت انتظار کرنے کے بعد بیوی کا رویہ درست ہو گیا تو ٹھیک ہے، ورنہ طلاق سے جان چھڑاؤں گا۔چونکہ بچے پیدا کرنے کے بعد پھر جان چھڑانا مشکل رہتا ہے۔اگر خاونداس وجہ سے بچوں کی پیدائش روکنے کا بندوبست کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(۴)بچوں کی تربیت کا نہ ہونا:

اگر معاشرتی حوالہ سے بچوں کی تربیت باپ کے دائرہ اختیار میں نہ ہو یا معاشرہ ایسے حالات کا شکار ہو جہاں باپ بچوں کی تربیت نہیں کر سکتا ہو۔یہ خطرہ ہو کہ بچے پیدا ہو کر بے دین بدکردار ہوں گے اور معاشرہ کے لئے بدامنی کا ذریعہ ثابت ہونگے تو ایسی صورت میں بچوں کی پیدائش میں رکاوٹ کے اسباب اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔فقہی ذخائر میں اس کے کافی نظائر پائے جاتے ہیں۔

(۵) گھریلوی ماحول میں استحکام پیدا کرنا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ میاں بیوی کی پرسکون زندگی گزارنے کیلیے باہمی الفت ومحبت کا ہونا ضروری ہے۔اگر بیوی بچوں کی بے دریغ پیدائش سے ایسی حالت کا شکار ہوتی ہو جہاں خاوند کی توجہ متاثر ہونے کا ظن غالب ہو۔ہاں اگر بیوی کی صحت اچھی بھی ہو لیکن خوشگوار ماحول رہنے کا تعین ہو تو ایسی صورت میں اولاد کی پیدائش میں وقفہ کے لئے تدبیر اختیار کرنے مین کوئی حرج نہیں۔بیوی کا خاوند کی توجہ کا مرکز بننا اس کے فرائض منصبی کا حصہ ہے۔حضورؐ اچھی بیوی کی خوبیوں میں فرماتے ہیں۔''ان نظر الیھا سرتہ''یعنی اگر خاونداس کی طرف دیکھے تو سرور حاصل ہو۔جہاں کہیں بیوی اس کے لئے اچھی تدبیر کرے تو مستحسن اقدام ہے۔یہی وجہ ہے کہ بیوی کا خاوند کے سامنے زیب وزینت اور خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے اچھے کپڑے پہننا یا زیورات پہننا صرف جائز نہیں بلکہ مستحسن اقدام ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۶) کسی ملک میں عارضی سکونت:

بسا اوقات کسی ایسے ملک میں رہائش ہوتی ہے جہاں مستقل طور پر رہنا نہیں ہوتا ہے ممکن ہے ایسے ملک میں شادی کی ضرورت پڑے اور شادی صرف حفاظت نفس تک محدود ہو تو ایسے ملک میں بچوں کی پیدائش روکنا بھی جائز ہے۔

(۷) اہل کتاب خاتون سے نکاح:

اگر چہ موجودہ وقت میں عیسائی یا یہودی خاتون سے نکاح مناسب نہیں۔ اس سے ایسے معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں جنہیں کنٹرول کرنا پھر اس کے دائرہ میں نہیں رہتا۔ لیکن پھر بھی اگر کسی شخص نے آنکھیں بند کر کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے کسی عیسائی یا یہودی خاتون سے نکاح کیا اور یہ بھی خطرہ ہو کہ عیسائی یا یہودی بیوی کے گود میں پھلنے پھولنے والا بچہ میرا نہیں رہنا۔ اور ماں کا نظریہ اختیار کر سکتا ہے۔ تو ایسے بچوں کی پیدائش روکنے کے لئے اسباب اختیار کرنا جائز ہے۔

(۸) ملکی قانون سے مجبوری:

آج کل بعض ممالک میں دو سے زیادہ بچے پیدا کرنا قانونی جرم قرار دیا جاتا ہے۔ اگر کسی ملک نے ایسا قانون بنایا اور اس شخص کے لئے اس ملک میں رہنا ناگزیر ہو۔ تو اس قانون کی خلاف ورزی پر اسے سزا کا مستوجب قرار دیا جاتا ہو تو ایسی صورت میں سزا سے بچنے کے لئے حمل کے تدارک کے اسباب اختیار کرنا جائز ہے

ناجائز اسباب:

جہاں کہیں سبب جائز نہ ہو تو حمل کے تدارک کی تدبیریں اختیار کرنا جائز نہیں۔

(ا) مثلاً افلاس اور تنگدستی کے خوف سے: یہی وہ بنیادی تصور ہے جس کی وجہ سے خاندانی منصوبہ بندی والے کام کر رہے ہیں۔ کہ آبادی اگر کنٹرول میں رہی تو اس سے فقر و فاقہ اور غربت پیدا نہ ہوگی۔ دنیا اس کو معیشت کی نظر سے دیکھتی ہے شریعت کی رو سے اس وجہ سے اولاد کی پیدائش کے لئے رکاوٹ بننا جائز نہیں بلکہ معیشت کی وجہ سے اولاد کا بند کرنا قہر خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

مشرکین مکہ کے معاشرہ میں اولاد کا قتل معاشی پہلو کی وجہ سے تھا۔ اس لئے قرآن کے واضح احکامات اس کے عدم جواز کے بارے میں ہیں فرمایا "ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقکم وایاھم ان قتلھم کان خطا کبیرا (بنی اسرائیل) اولاد کو رزق کے ڈر کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم تمہیں اور ان کو رزق دینے والے ہیں۔ یقیناً ان بچوں کا قتل بڑا گناہ ہے (ب) آزاد زندگی گزارنا: بعض لوگ اولاد کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ شادی کو صرف خواہش کی تکمیل تک محدود رکھتے ہیں۔ خواتین بچوں کو سنبھالنے سے ڈرتی ہیں اور باپ ذمہ داریوں سے چھٹکارا پانے کے لئے اولاد کے بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔ چونکہ یہ فلسفہ نکاح سے متصادم ہے ہے اور نہ ایسے نامعقول رویہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جس سے نسل انسانی کی بقاء اور نظام کائنات کا تسلسل متاثر ہو۔ اس لئے ایسے سبب کی وجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے اولاد کی پیدائش کے ذرائع کو بند کرنا جائز نہیں۔(ت) **عورت کی ملازمت:** بعض ملازم پیشہ خواتین ملازمت کی وجہ سے اولاد کا بوجھ نہیں اٹھاتی ہیں۔اس لئے اولاد کے لئے تیار نہیں ہوتیں چونکہ یہ کوئی معقول عذر نہیں اس لئے اسے اختیار کرنا جائز کرنا جائز نہیں بیوی کو نوکری کی ضرورت نہیں۔اس کے جملہ اخراجات خاوند کے ذمہ ہیں صرف دنیا بٹورنے یا شوقیہ ملازمت کوئی ایسی وجہ نہیں جہاں اس کو حوصلہ دیا جاسکے۔(ث) **شرم وحیا:** یہ بھی کوئی معقول عذر نہیں کہ کوئی شخص اس لئے شرماتا ہو کہ عالم شباب میں مجھے کوئی باپ کہہ کر پکارے اور نہ کوئی جوان خاتون ''امی'' کے نام سے پکارنے کے لئے تیار نہ ہو۔اس لئے اولاد کی پیدائش کو موخر کرانے کے لئے اسباب اختیار کرنا جائز نہیں۔(ج) **اسقاط حمل:** ضبط تولید کا دوسرا طریقہ ''اسقاط'' حمل ہے۔اس کا خیال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تدارک حمل کی طرف ناکامی ہو یا کسی بے احتیاطی سے نطفہ علوق قرار پائے۔اور یا حمل کی صورت میں خاتون کو صحت کا مسئلہ درپیش ہو: **شرعی اصول** کو سامنے رکھتے ہوئے جب ''نطفہ'' رحم مادر میں قرار پائے اس سے انسان کی پیدائش کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔اس لئے جہاں یہ نطفہ حلال کا ہو تو یہ قابل احترام ہے۔اسے ضائع نہیں کیا جائے گا۔اگر حالت احرام میں کسی پرندہ کے انڈے کا ضائع کرنا اس وجہ سے موجب تعذیر ہے کہ اس سے بچے کی صلاحیت پیدا ہونے کے بعد اس کو کیوں ضائع کیا، تو انسان کا نطفہ اس سے زیادہ قابل احترام ہے۔ پیدائش کے ابتدائی آثار یعنی علوق کے بعد اس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔اس لئے کسی معمولی سبب کی وجہ سے اس کا اسقاط جائز نہیں۔میرے خیال میں جب تک کوئی مؤثر سبب موجود نہ ہو۔اس وقت تک اس کا تحفظ کیا جائے۔مثلاً ۳،۴،۵ اور ۶ نمبر اسباب کی وجہ علوق کے بعد حمل ضائع کرنا مناسب نہیں تاہم ۱،۲ اور ۸ نمبر کے اعذار کی وجہ سے گنجائش موجود ہے۔اس میں بھی فقہاء نفخ روح سے پہلے عام اجازت دیتے ہیں۔یہ اس وقت ہے جب حمل پر ایک سو بیس دن نہ گزرنے پائیں ورنہ چار مہینوں کے بعد نطفہ مختلف مراحل سے گزر کر اس میں انسان کے نمایاں آثار پیدا ہوتے ہیں۔جب روح ڈالی جائے تو اس کے بعد حمل کا اتنا احترام کیا جائے گا جتنا ایک زندہ انسان کا کیا جاتا ہے۔ایسی صورت میں اس کے اسقاط کے حکم میں اور شدت پیدا ہوتی ہے۔جہاں عورت کی جان کے خطرے کی صورت میں ''**اھون البلتین**'' پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے یعنی بچے کی زندگی ظنی ہے اور خاتون کی حیات یقینی ہے۔اس لئے جہاں کہیں ایسی یقینی حیات کا تحفظ حمل کے اسقاط میں ہو تو ماں کی خاطر حمل کو قربان کیا جاسکتا ہے۔عموماً ایسی صورت میں میاں بیوی کا اتفاق ضروری سمجھا جاتا ہے۔لیکن اگر کہیں خاتون کی زندگی کا خطرہ یقینی ہو اور خاوند تعنّت کا شکار ہو کر اجازت نہیں دیتا ہو تو پھر ایسی صورت میں خاوند کی اجازت کے بغیر قدم اٹھانے کی گنجائش ہے۔البتہ جہاں کہیں اس سے بے احتیاطی پیدا ہو تو اس کے تدارک کے لئے حاکم وقت یا کسی فیملی کورٹ کا دخل دینا زیادہ مناسب ہے۔جو کسی میڈیکل بورڈ کی رپورٹ کی روشنی میں حکم دے سکتا ہے۔تاہم ایسے معاملات میں کورٹ کے فیصلہ میں تاخیری حربے جان لیوا ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس لئے فوری اقدامات کی ضرورت ہے کیونکہ خاتون کی زندگی کو تحفظ دینا ترجیحی سلوک کا محتاج ہے۔

بیمار بچے کو ضائع کرنا: آج کل اس حوالہ سے یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ اگر میڈیکل رپورٹ سے یہ ثابت ہو کہ ماں کے پیٹ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودہ بچہ معذور ہے۔ یہ پیدا ہو کر لنگڑا، دیوانہ یا دوسری قسم کی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں میڈیکل رپورٹ کو معیار بنا کر حمل کا اسقاط جائز ہے یا نہیں؟ میرے خیال میں یہ اسقاط حمل کے جواز کے لئے سبب نہیں بن سکتا۔ شریعت میں انسان کے نفس اور جان کا جو احترام ہے وہ ہر صورت میں اس کو حاصل ہے۔ خواہ یہ بیمار ہو یا صحت مند۔ گویا حمل کے بعد جب نفخ روح ہوا اس سے خود اس بچے کا استحقاق پیدا ہو گیا۔ معاشرہ پر بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی گنجائش ملے پھر تو ہر مہلک بیماری کے شکار زدہ انسان سے جان چھڑانے کے لئے یہ اکسیر نسخہ ہے۔ حالانکہ کسی مہذب معاشرہ میں اس کا تصور نہیں ملتا ہے کہ وہ بیماروں سے جان چھڑانے کے لئے یہ نسخہ استعمال کرتا ہو۔

زنا کے حمل کا اسقاط: اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جہاں کہیں حمل حرام نطفہ سے علوق پکڑے تو انسان کے آثار نمودار ہونے سے پہلے اگرچہ بدنامی سے بچنے کے لئے گنجائش مل سکتی ہے لیکن جب ایک دفعہ نفخ روح ہو تو پھر ماں کی بے عزتی سے بڑھ کر خود اس حرام حمل کی زندگی کا تحفظ بحیثیت انسان ضروری مسئلہ ہے۔ اس لئے پھر اس کا اسقاط جائز نہیں کسی ڈاکٹر کو ایسی صورت میں آلہ کار نہیں بننا چاہئے۔

نسب بندی یا قوت مردی کو ختم کرنا: ضبط ولادت کا یہ ایک موثر طریقہ ہے جس سے ذرائع تولید کی ہی قلع قمع ہو۔ کسی مرد کے لئے قوت ولادت کو ختم کرنا جائز نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی موثر وجہ پائی جاتی ہے۔ بحوالہ بخاری سعد بن ابی وقاص کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ بن مظعون کو باوجود قدرت نکاح سے باز رہنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر اسکو اجازت دی جاتی پھر ہمیں قوت مردی ختم کرنے کی گنجائش مل جاتی۔ اس لئے یہ دوٹوک حقیقت ہے کہ مرد کے لئے ایسے آپریشن کی اجازت نہیں جس سے اس کی قوت تولید کا استحصال ہو۔ ایسا ہی کسی خاتون کا علاج جب اول الذکر دونوں ذرائع سے ممکن ہے۔ تو پھر مستقل نسبت بندی کی ضرورت نہیں لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جہاں خاتون کی صحت کے حوالہ سے مستقل علاج کی ضرورت پڑے۔ مانع حمل دوائیوں کے استعمال سے تدارک نہ ہو۔ کسی ادنی بے احتیاطی سے علوق سے بار بار حمل سے خاتون کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو یا دو تین بچوں کی ولادت معمول سے ہٹ کر آپریشن کے ذریعہ ہوا اور مزید حمل سے جسم کے نظام کے تعطل کا خطرہ ہو یا کسی اہم عضو ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر ایسی صورت میں خاتون کے لئے مستقل آپریشن کے سواء اور کوئی چارہ نہیں رہتا ہے۔ ایسی صورت میں خاتون کی زندگی کے تحفظ کے لئے مستقل اپریشن کرنا بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ کرنا بھی جائز ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ حکم کہ "ولا تقتلوا انفسکم انه کان بکم رحیما" اپنے آپ کو قاتل مت کرو بے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اس کو بھی شامل ہے۔ بعض ممالک میں اقلیت کی آبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے یہ نسخہ آزمایا جاتا ہے تاکہ اقلیت اکثریت میں تبدیل نہ ہو۔ یہ درحقیقت سزا ہے جو ظلم و جبر کے حوالہ سے رعیت کو دی جاتی ہے۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ اسلامی معاشرہ میں شد و مد سے ایک تحریک کی شکل میں اس پر کام کرنا کہیں اس لئے نہ ہو کہ اس سے مسلم آبادی کنٹرول میں رہے۔ ورنہ زیادہ ہونے کی صورت میں غیر مسلم کے لئے اس سے جان چھڑانا مشکل ہو۔

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○

© rasailojaraid.com